"زمیندار" کی مسلم کشی

ان دنوں مسلمان مصیبت اور ابتلا کے نہایت خطرناک دور میں سے گذر رہے ہیں۔ ایک طرف اگر برادران وطن اپنی کثرت۔ اپنے رسوخ۔ اپنی دولت اور اپنی تنظیم کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی اور معاشرتی حقوق پامال کر رہے۔ ان پر ظلم وستم کے پہاڑ گرا رہے۔ اور انہیں پیس کر رکھ دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تو دوسری طرف باوجود حکومت کے خلاف سر توڑ کوشش کرنے اور اس کا تختہ الٹ دینے میں مصروف ہونے کے سرکاری محکموں کا دروازہ مسلمانوں کے لئے بند کر دینے۔ اور جو کسی وقت داخل ہو چکے ہیں۔ انہیں نکال باہر کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ان حالات اور واقعات میں ہر دردمند مسلمان مسلمانوں کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی قوم کی حفاظت کے لئے۔ اور اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے متحد ہو جائیں۔ اندرونی اختلاف کو جنگ وجدال کا موجب نہ بنائیں۔ ایک دوسرے کی مخالفت میں اپنی طاقت اور قوت ضائع نہ کریں۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریزیڈنٹ اسمبلی نے جو پیغام شائع کیا۔ اس میں مسلمانوں کو یہی نصیحت کی۔ اسی طرح مولانا محمد علی صاحب نے نہایت معذوری کی حالت میں بمبئی میں جو تقریر حال میں کی۔ اس میں بھی یہی تلقین کی۔ اور بھی ہر طرف سے یہی صدا بلند ہو رہی ہے۔ لیکن بعض فتنہ پرداز اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا سارا زور مسلمانوں کو لڑانے اور فسادات میں مبتلا کرنے میں صرف کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں میں سب سے پیش پیش اخبار "زمیندار" ہے۔ اگرچہ مولوی ظفر علی گرفتار ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کی تباہ کن سرگرمیاں فی الحال بند ہو چکی ہیں۔ لیکن "زمیندار" جب تک باقی ہے۔ اس وقت تک امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ اپنی روش بدلے۔ اور اس میں کسی قسم کی اصلاح ہو۔ کیونکہ اس کی زندگی کا مدار ہی مسلمانوں کو تباہ کرنے۔ اور اپنے آقاؤں کے اشاروں پر چلنے میں ہے۔

"زمیندار" کی قوم اور ملت فروشی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ حال میں گاندھی جی نے جو اس قسم کا اعلان کیا۔ کہ اقلیتیں جو کچھ مانگتی ہیں۔ انہیں دے دیا جائے۔ تو اس خبر کو بھی "زمیندار" نے اپنے صفحات میں جگہ نہ دی۔ حالانکہ خود ہندو اخبارات نے اسے شائع کیا۔ "زمیندار" چونکہ اس کے خلاف اظہار رائے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اور بغیر اس کی مخالفت کئے اس خبر کا اخبار میں درج ہونا اس کے ان آقاؤں کے منشار کے خلاف تھا جن کے ہاتھ میں "زمیندار" بک چکا ہے۔ اس لئے اس نے اسے سرے سے شائع ہی نہ کیا۔

یہ ایک معمولی سی مثال ہے اس بات کی۔ کہ "زمیندار" ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات سے کس قدر ہمدردی رکھتا ہے ورنہ "زمیندار" کا ایک ایک پرچہ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ اس کا مقصد مسلمانوں کو تباہ کر کے ان کے کھنڈرات پر ہندوؤں کے لئے محل تعمیر کرنا ہے۔ اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کو اندرونی جھگڑوں میں مبتلا کرنا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں۔ کہ ایسے مار آستین کا سر کچل دیں۔ اور اسے اس قابل نہ رہنے دیں۔ کہ اپنا زہر مسلمانوں میں پھیلاتا رہے۔ اب جبکہ قدرت کی طرف سے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر مسلمان تھوڑی سی بھی غیرت اور حمیت دکھائیں۔ تو نہ صرف "زمیندار" بلکہ اور بھی اسی قماش کے اخباروں کو سیدھا کر سکتے ہیں۔

"مباہلہ" کے نام نہاد ایڈیٹر کا بیان

پچھلے دنوں مباہلہ کے نام نہاد ایڈیٹر کے متعلق "زمیندار" وغیرہ نے جو یہ شور مچایا تھا۔ کہ اس پر احمدیوں نے قاتلانہ حملہ کیا۔ "پانچ صد قادیانیوں نے اس پر ہلہ بول دیا۔ اور بے چارے کو نہایت بے دردی سے زخمی کیا"۔ اس کی حقیقت اس کے اپنے بیان اور ڈاکٹر کی شہادت سے ظاہر ہو گئی۔ جو عدالت میں ہوئی۔ اس نے اپنے اوپر حملہ کرنے والے صرف سات اشخاص بتائے۔ اور ان میں سے بھی چار کے متعلق اقرار کیا۔ کہ وہ خالی ہاتھ تھے۔ اور باقی تین کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ اور جو ضربات اس نے بیان کیں۔ وہ ڈاکٹری معائنہ میں خفیف ضربات قرار پائیں۔ چنانچہ بٹالہ کے اسسٹنٹ سرجن صاحب نے اپنی شہادت میں یہی بیان کیا ہے۔

ہم اس شخص اور ڈاکٹر کا مفصل بیان شائع کر چکے ہیں۔ اسے پڑھ کر ہر شخص بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ اس بارے میں ہمارے خلاف کس قدر غلط بیانیوں سے کام لیا گیا۔ اور کس طرح بات کا بتنگڑ بنا کر عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

جماعت احمدیہ میں غم وغصہ کی لہر

گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں جماعتوں کے جو نام مسٹر نو کے خلاف جلسے کر کے ریزولیوشنز پاس کرنے کے طور پر شائع کئے گئے ہیں۔ ان کے بعد حسب ذیل مقامات سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں:۔

دی سیلون احمدیہ ایسوسی ایشن کولمبو۔ جماعت احمدیہ بیرم پور (ہوشیارپور) جماعت احمدیہ کوئٹہ۔ جماعت احمدیہ سونگھڑہ (کٹک) جماعت احمدیہ سکھر۔ احمدیہ ایسوسی ایشن بمبئی۔ جماعت احمدیہ نوشہرہ (دفتاو) جماعت احمدیہساندھن ضلع آگرہ۔ جماعت احمدیہ پنڈی چری۔ جماعت احمدیہ کوٹ کپورہ۔ چک ۳۲۶ م۔ جماعت احمدیہ امروہہ۔ جماعت احمدیہ رینالہ۔ جماعت احمدیہ رنگون۔ انجمن احمدیہ حسن پور۔ ضلع ہوشیارپور۔ جماعت احمدیہ اچھوتی۔ ضلع میرٹھ۔ جماعت احمدیہ جھنگ مگھیانہ۔ ڈسٹرکٹ احمدیہ ایسوسی ایشن جلپاگوڑی۔

پیر کی بجائے جمعرات کا روزہ

۱۰ مئی عید الاضحیٰ کے بعد ۱۲ مئی جو پیر کا دن آتا ہے۔ وہ چونکہ ایام تشریق میں آئے گا جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اس پیر کے دن روزہ نہ رکھا جائے۔ اور اس کی بجائے ۱۵ مئی جمعرات کے دن روزہ رکھا جائے۔ اور پھر ۱۹ کو پیر کا روزہ رکھنا چاہیئے۔

بعض اصحاب ان روزوں کے لئے سحری کے وقت کی تعیین کی ضرورت ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن یہ ایک مشکل امر ہے۔ گھڑیوں میں اختلاف کے علاوہ مقامات کا اختلاف بھی وقت میں بہت اختلاف پیدا کر دیتا ہے۔ سحری کا انداز لگانے کے لئے اصل اور حقیقی طریق وہی ہے۔ جو قرآن نے بتایا ہے کلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر اور اسلام کا تجربہ رمضان المبارک میں کافی ہو چکا ہے

یوم الاثنین وفتح الحنین

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ جو ۱۹۰۶ء میں آپ پر نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ خلیفہ برحق اور جماعت احمدیہ کو سیدھے راہ پر چلانے اور کامیابی کے گر بتانے والے ہیں۔ آپ نے جو یوم الاثنین (پیر) کے دن جماعت کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ یہ مجاہدہ انشاء اللہ جماعت کے لئے اس کی کامیابی اور کامرانی کا باعث ہوگا۔ جس طرح غزوہ حنین کے موقعہ پر جن کو کثرت پر ناز تھا (اذ اعجبتکم کثرتکم) وہ اپنے پاؤں پر قائم نہ رہے۔ اور دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ تو آپ نے سواری سے اتر کر دعا مانگی۔ فنزل ودعا واستنصر وھو یقول۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب اللھم نزل نصرک۔ اسے میرے اللہ تو اپنی نصرت اور مدد نازل فرما۔ دوسری روایت میں ہے۔ ثم قبض قبضۃ من تراب من الارض ثم استقبل بہ وجوھھم فقال شاہت الوجوہ۔ یعنی آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھر کر دشمنوں کے منہ پر ماری۔ اور فرمایا شاہت الوجوہ۔ ان کے مونہہ بُرے ہوئے۔ تب وہ کفار سب بھاگ نکلے فولوا مدبرین اللہ تعالےٰ نے اپنے لشکروں کو نازل کر کے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اللھم نزل نصرک کو قبول فرمایا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ اگر یوم الاثنین کے روزہ کے ساتھ اپنے ناصیہ عجز و نیاز کو نہ صرف مساجد کے فرش پر۔ بلکہ صحرا کی خاک اور جنگل کے سنگریزوں پر رکھ کر نہایت تضرع اور خشوع سے سید المرسلین فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اللھم نزل نصرک کی دعا مانگے گی۔ تو ان چالیس دنوں کی دعاؤں کی برکت سے جماعت کے سجدہ کی خاک اور کنکر جو اس وقت دشمنوں کی کثرت اور بہتات کے مقابلہ میں ایک مٹھی بھر ہے۔ ملائکۃ اللہ کے ذریعہ سے ہر دشمن کی آنکھ میں پہونچ کر دنیا کو شاہت الوجوہ کا نظارہ دکھا دے گی۔ وجہ عزت کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی جو ہماری ہتک کے درپے ہیں۔ وہ خود رسوا اور ذلیل ہوں گے۔

پس ہر احمدی کو چاہیئے۔ کہ یوم الاثنین کا روزہ رکھے۔ اور دعاؤں میں لگ جائے۔ راقم عاجز نے بشرط زندگی وصحت کے اس سنت کو (جو صحیح مسلم کی ان دو روایتوں میں لکھی ہے ثم اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصیات۔ اور ثم قبض قبضۃ من تراب) ادا کرنے کے لئے خاک اور کنکروں کی مٹھی پھینک کر زبان سے انھزموا ورب محمد اور انھزموا ورب الکعبۃ اور شاہت الوجوہ کہنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ تاکہ ہم ان کلمات کی برکت اور یمن سے جو حنین کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلے۔ اور آپ کے اس فعل کی پیروی اور نمونہ پر چلنے کے طفیل جو کنکروں اور خاک کا پھینکنا ہے۔ اس نتیجہ کو حاصل کر سکیں جس کی الہام میں اثنین کے ساتھ بشارت دی گئی ہے حضرت اقدس کا الہام ہے۔ انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ایک اور الہام ہے۔ "جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے۔ وہ بڑا عقلمند ہے۔ ...... ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"

ان الہاموں سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے دشمن اصحاب فیل ہیں اس لئے بموجب حکم ترمیھم بحجارۃ من سجیل کے۔ کنکروں کے پھینکنے کے وقت زبان سے انھزموا ورب الکعبۃ کہنا فتح اور نصرت کا نشان ہے۔

کرم داد - دوالمیال

"زمیندار" اور سوامی دیانند

"زمیندار" نے احمدیوں کا بائیکاٹ کرنے اور ان کے لئے عرصہ عافیت تنگ کرنے کی تحریک کرنے کی یہ وجہ پیش کی ہے۔ کہ فرقہ احمدیہ نے انبیاء اور بزرگان دین کی افسوسناک توہین کی ہے۔ اگرچہ یہ سراسر غلط ہے۔ لیکن "زمیندار" جو اس غلط بناء پر ہماری مخالفت کی عمارت تیار کر رہا ہے۔ خود انبیاء اور بزرگوں کا جس قدر احترام کرتا ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ پنڈت دیانند جس نے نہ صرف خود ستیارتھ پرکاش میں تمام مذاہب کے پیشواؤں کو عموماً۔ انبیاء کرام کو خصوصاً اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالخصوص نہایت ہی ناپاک اور گندے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ بلکہ اپنے پیروؤں میں ایسا زہر بھر دیا ہے۔ کہ آئے دن ان میں سے راجپال۔ دیوی شرن۔ کالی چرن وغیرہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس پر مولوی ظفر علی نے ایک بھرے جلسہ میں اپنی عقیدت اور اخلاص کے پھول یہ کہکر نچھاور کئے کہ

"۱۸۵۷ء کے بعد ہندوؤں سے ہندو ازم کا جذبہ رفتہ رفتہ مفقود ہو رہا تھا۔ لیکن ۱۸۷۰ء کے قریب سوامی دیانند سرسوتی نے ہندوؤں کو بچایا۔ اور قومیت کا درس دیا" (زمیندار ۸ جنوری)

یہ "قومیت کا درس" سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کے بزرگوں اور نبیوں حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپاک گالیاں دی جائیں۔ نادان اور جاہل مسلمانوں کو ڈرا کر۔ دھمکا کر مال و دولت کا لالچ دے کر مرتد کیا جائے۔ اور مسلمانوں کو دکھ اور تکالیف دینے کے لئے ہر ممکن طریق اختیار کیا جائے۔ لیکن "زمیندار" اس شخص کو جس نے مسلمانوں کے خلاف یہ سارے کانٹے بوئے۔ "سوامی دیانند سرسوتی" کے عقیدت مندانہ خطاب سے یاد کرتا ہے۔ لیکن احمدیوں کے خون کا پیاسا بن رہا ہے۔ جو ہر میدان میں اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اور جس کا اقرار خود زمیندار بھی اس وقت بڑے جوش سے کیا کرتا تھا۔ جب اس کی آنکھوں پر ہندوؤں کی طرف سے پٹی نہ باندھی گئی تھی۔

بعض اخبارات کا غلط بیان

اخبار "مباہلہ" کے شرمناک پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے کہ مستری محمد حسین بٹالہ کے قریب قتل کیا گیا۔ ہنوز واقعات پس پردہ ہیں۔ جو کچھ سنا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ گورداسپور سے آنے والی ایک لاری میں ایک احمدی سوار تھا جسے مستریوں نے اشتعال دلایا اور اس پر حملہ بھی کر دیا۔ جس پر اس نے دفاع کی کوشش کی۔ اندھیرے کا وقت تھا مستری محمد حسین اس موقعہ پر زخمی ہوا۔ جو بعد میں آکر مر گیا۔ یہ بات تحقیق طلب ہے۔ کہ وہ کس کی ضربات سے جان بحق ہوا۔ ایک اکیلے احمدی نے پانچ سات حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے مارا۔ یا کسی نے۔ لیکن بعض عاقبت نااندیش اخبار نویس لکھ رہے ہیں۔ اس قتل کی تمام تر ذمہ داری حضرت امام جماعت احمدیہ پر ہے۔ کیونکہ ان اخبارات کے بیان کے مطابق مارنے والا احمدی ہے۔ کیا دنیا کے روزمرہ کے واقعات قتل میں یہی اصول استعمال کیا جاتا ہے؟ اگر کہیں مسلمان قاتل ہو۔ تو ہندو سارے مسلمانوں بلکہ اس کے فعل کے لئے بانی اسلام علیہ السلام تک کو متہم کریں۔ اور اسے تسلیم کر لیا جائے۔ یا آریہ مجرم ہو۔ تو پنڈت دیانند اور دوسرے آریہ لیڈر ماخوذ ہوں۔ اگر یہ نہیں ہے۔ تو پھر اس قسم کی شرارت کا کیا فائدہ؟ ہم ایسے مسلمان اخبارات کی توجہ اخبار پرکاش کے حسب ذیل الفاظ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے

"جن لوگوں نے پریس اور پلیٹ فارم سے مہاشہ راجپال کے قتل کے صریح فتوے دیئے تھے (گورنمنٹ نے) ان سے پوچھنے تک کی ضرورت نہ سمجھی کہ تم کون ہو۔ جو قانون کو ہاتھ میں لینے کی تلقین کرتے ہو۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورنمنٹ کی اس صریح چشم پوشی سے قتل کافر کی اسلامی ذہنیت کے مذبح پر کئی آریہ فرزند اسلامی چھری سے قربان کر دیئے گئے۔" (۴ مئی)

اگر ایک شخص کا احمدی ہونا اس کی طرف منسوب ہونے

مقدمہ بلوہ میں گواہان استغاثہ کی شہادتیں

(بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رپورٹر الفضل کے قلم سے)

بیان گواہ فیض اللہ

میرا نام فیض اللہ ہے۔ باپ کا نام امانت اللہ ہے۔ ذات راجپوت ہے۔ عمر میری سولہ سترہ سال ہوگی۔ میں لوہارا کا کام کرتا ہوں۔ قادیان کا باشندہ ہوں۔ جو کہونگا۔ ایمان سے کہونگا۔ اس واقعہ کو ایک ماہ ہوا جمعہ کا دن تھا۔ دو اڑھائی بجے کا وقت تھا مسجد ارائیاں میں نہا کر آیا تھا۔ میں مسجد ارائیاں سے اپنے گھر کو جا رہا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے مسجد ارائیاں پانچ چھ سو فٹ دور ہوگی۔ مسجد کے پیچھے پہونچا تھا۔ کہ عبدالرحمٰن کو بازار سے آتے دیکھا۔ یہی عبدالرحمٰن جو موجود کمرہ عدالت ہے۔ بڑے بازار سے میری طرف کو آرہا تھا۔ جب وہ مسجد اقصیٰ کی باری کے قریب پہونچا تو سید۔ ڈاکٹر حشمت اللہ۔ وزیر محمد۔ مولوی محمد یار۔ چودھری بوٹا۔ عبداللہ پٹھان۔ ساتوں کو دیکھا۔ کہ ایک دوسرے کے پیچھے باری سے کود پڑے۔ اور عبدالرحمٰن پر گلی میں حملہ کیا۔ جہاں وہ جا رہا تھا جن ساتوں کے میں نے نام لئے ہیں۔ یہاں کمرہ عدالت میں موجود ہیں۔ ان ساتوں کو میں پہلے سے جانتا تھا۔ ان میں سے سید کے پاس سوٹا تھا۔ مولوی محمد یار کے کے پاس سوٹا تھا۔ اور وزیر محمد کے پاس سوٹا تھا۔ باقی لوگ خالی ہاتھ تھے۔ بوٹا نے عبدالرحمٰن کو گلے سے پکڑ لیا۔ دیوار سے دبایا۔ وزیر محمد نے گٹے پر سوٹا مارا۔ اور دوسروں نے ہودے کے مارے۔ کسی نے لات ماری۔ سید نے بھی ڈانگ سے مارا تھا۔ بدن پر۔ مولوی محمد یار نے بدن پر ڈانگ ماری تھی۔ باقی نے ہودے کے مارے تھے۔ یہ لوگ مار رہے تھے۔ کہ میں گھر کو بھاگ گیا۔ میں نے پچاس فٹ سے یہ ماجرا دیکھا تھا۔ جہاں عبدالرحمٰن کو مار پٹی۔ وہ راستہ ہے۔ گلی شارع عام ہے۔ اور لوگ بازار کی طرف سے بھی بھاگے آرہے تھے۔ اور مسجد کے دوسرے دروازے سے بھی آرہے تھے۔ مگر مجھے یاد نہیں کون کون تھے۔ کیونکہ میں بھاگ گیا تھا میرا بیان پولیس میں اسی دن ہوا تھا۔

جرح از لالہ سندت رام صاحب وکیل

میرا بیان تھانہ میں شام کے چار پانچ بجے ہوا تھا مجھے معلوم نہیں جمن کا بیان کب ہوا تھا۔ میرے بیان کے وقت جمن تھانہ میں موجود نہ تھا۔ میں نے اس دن جمن کو اپنے بیان سے پہلے یا پیچھے نہ دیکھا تھا۔ میں تھانہ میں ۴½ بجے پانچ بجے گیا تھا۔ مجھے سپاہی بلانے گیا تھا۔ میں آدھ گھنٹہ تھانہ میں رہا تھا۔ میرا بیان سردار نرندر سنگھ نے لکھا تھا عبدالرحمٰن بھی تھانہ میں موجود تھا جب میرا بیان لکھا گیا تھا عبدالرحمٰن میرا پرانا واقف ہے۔ میں نے عبدالرحمٰن سے نہیں پوچھا۔ کہ اسے کہاں کہاں چوٹ آئی تھی۔ لڑائی کے بعد اس روز میں تھانہ جانے سے پہلے عبدالرحمٰن سے نہیں ملا تھا۔ میں عبدالرحمٰن کو مستریاں فضل کریم، عبدالکریم، محمد زاہد کے پاس دیکھا کرتا تھا میں چار سال سے جب سے ان کے پاس ملازم ہوا ہوں۔ جانتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ ملازم ہے یا نہیں۔ میں پہلے مستریوں کے پاس ایک سال ملازم رہا تھا۔ پھر چھوڑ دی تھی۔ اب چھ مہینہ سے پھر ملازم ہوں۔ لڑائی کے بعد سے پھر ہٹ گیا ہوں۔ ایک سال کا عرصہ ہوا۔ کہ میں نے نوکری چھوڑ دی تھی۔ پہلی مرتبہ۔ میں صرف پانچ چھ ماہ ملازمت سے علیحدہ رہا ہوں۔ پہلے مجھے آٹھ روپے ملتے تھے۔ دوبارہ ملازمت پر دس روپے مع خوراک ملتے ہیں روشن بھی مستریوں کا ملازم تھا۔ روشن مجھ سے پہلے ملازم تھا۔ اب کا مجھے علم نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ روشن نے نوکری چھوڑ دی۔ کہ نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ روشن کو کیا تنخواہ ملتی تھی۔ جمن کو میں نے ملازم نہیں دیکھا۔ میں مستری کا کام کرتا تھا۔ روشن بھی یہی کام کرتا تھا۔ مشین بنانے کا کام کرتے تھے۔ مشین سیویاں۔ جمعہ کے روز نصف دن کی رخصت ہوئی تھی۔ بارہ بجے چھٹی ہوگئی تھی۔ عبدالرحمٰن مُباہلہ میں کام کرتا تھا۔ لڑائی کے روز میں جمن اور عبدالرحمٰن کارخانہ سے اکٹھے نہ نکلے تھے۔ چھٹی کے بعد میں گھر گیا تھا۔ میرا گھر ننگ بھاری محلہ میں ہے۔ جو اس جگہ سے (جہاں واقعہ ہے) قریب ہے۔ میں مسجد ارائیاں سے گھر کو جا رہا تھا۔ مسجد ارائیاں سے میرے گھر کو جانیکا کوئی دوسرا قریب راستہ نہیں۔ میں مسجد ارائیاں سے نکلا۔ تو جمن کو ارائیاں کے محلہ سے آتے دیکھا تھا میں نے اس کا انتظار نہ کیا۔ اور وہ پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ میری اس سے کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ مجھ سے آٹھ دس گز کے فاصلہ پر تھا۔ جب میں لڑائی کے موقعہ پر پہونچا۔ عبدالرحمٰن محراب سے پانچ چھ گز کے فاصلہ پر ہوگا۔ جب اس پر حملہ ہوا تھا۔

جرح از بابو شیخ محمد صاحب وکیل

بوٹا لڑائی میں شریک تھا۔ یہ درست ہے۔ ان میں سے تین کے ہاتھ میں سوٹے تھے۔ وہ مارنے سے پہلے بولے نہیں۔ ملزمین جوں جوں طاقی سے نکلتے آتے تھے مارتے جاتے تھے۔ پہلے آدمی کے مارنا شروع کرنے سے پہلے بھی مجھے پتہ لگ گیا تھا۔ کہ یہ لوگ اسے مارنے آرہے ہیں۔ عبدالرحمٰن مار پڑنے سے پہلے آہستہ آہستہ چلا آرہا تھا۔ عبدالرحمٰن کو جب میں نے پہلے پہل دیکھا۔ وہ اس جگہ سے پانچ چھ فٹ آگے آگیا تھا۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ جب عبدالرحمٰن پٹنا شروع ہوا۔ میں اطمینان سے کھڑا دیکھتا رہا تھا۔ جب عبدالرحمٰن کو مار پڑنا شروع ہوئی۔ میں اس کے پاس سے گزر کر آگے کو نکل گیا تھا۔ اور جب زیادہ ملزم آگئے۔ تو میں بھاگ گیا جب یہ ساتوں ملزم آگئے۔ تو مجھے فکر ہوئی۔ اور پھر میں بھاگ گیا۔ دوسرا آدمی جو میرے ساتھ تھا۔ اس کو میں نے دیکھا تھا۔ وہ میرے پیچھے تھا (جمن) میں نے اس کو مسجد ارائیاں سے آٹھ نو گز کے فاصلہ پر جمن کو دیکھا تھا۔ پھر اسے نہیں دیکھا۔ میں نے مارنیوالوں کو نہ مارنے سے روکا نہ دہائی دی۔ نہ چھوڑایا تھا۔ میں بڑے بازار کو بھاگ گیا تھا۔ میرے پیچھے کوئی نہ دوڑا تھا۔ میں جب بھاگا۔ اس وقت عبدالرحمٰن زمین پر گرا ہوا تھا جب میں بھاگنے لگا۔ تو میں نے عورتوں اور بچوں کے سوا کسی اور آدمی کو نہیں دیکھا تھا۔ عبدالرحمٰن کو جب ملزمین پکڑنے گئے تھے۔ تو عبدالرحمٰن واپس بازار کو دوڑا تھا۔ جب مولوی عبدالاحد اور محمد یار نکلے تھے۔ تب عبدالرحمٰن پیچھے کو بھاگا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے تھانہ پندرہ منٹ کا راستہ ہے۔ بھاگ کر جائے۔ تو دس بارہ منٹ میں پہونچ سکتا ہے مجھے ڈر تھا۔ کہ احمدی مجھے بھی پکڑ نہ لیں۔ اس وجہ سے میں تھانہ میں رپورٹ کرنے کو نہ گیا۔ میں نے گھر تک جاتے ہوئے کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ گھر میں کوئی آدمی نہ تھا۔ میں پھر نماز پڑھنے کو مسجد ارائیاں میں گیا۔ اس وقت بھی میں نے کسی سے واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ مجھ سے کسی نے نہ پوچھا۔ نہ بتایا۔ میں کیوں بتاتا۔ (مکرر سوال) میں نے لڑائی کے دوسرے تیسرے دن مستریوں کی نوکری ترک کر دی۔ پھر اب تک میں نے ان کی ملازمت نہیں کی۔

بیان گواہ جمن

میرا نام جمن۔ باپ کا نام محمد حسن قوم راجپوت عمر بیس بائیس سال ہے۔ کام پیشہ ٹین سازی باشندہ قادیان کا ہوں۔ جو کہونگا۔ ایمان سے کہونگا۔

میں ساتوں ملزمان کو جانتا ہوں۔ میں قادیان کا باشندہ ہوں۔ سب کو جانتا ہوں۔ تمام ملزمان احمدی ہیں۔ قادیان میں احمدیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ لڑائی کے واقعہ کو قریباً ایک مہینہ ہوا ہوگا۔ جمعہ کا دن تھا۔ دو بجے کا وقت تھا۔ میں گلی کمہاراں سے بڑے بازار کو جا رہا تھا۔ میں نے عبدالرحمٰن کو بڑے بازار سے آتے دیکھا تھا۔ یہی عبدالرحمٰن جو عدالت میں موجود ہے۔ میں نے اسے بڑی مسجد کے قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔ گلی بڑی مسجد کے پیچھے کو ہے۔ میں نے عبدالرحمٰن کو تین کرم دور سے دیکھا تھا۔ وہ آرہا تھا۔ اور میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا۔ بوٹا بڑی مسجد کی کھڑکی سے آیا۔ اور اس نے عبدالرحمٰن کو گلے سے پکڑ لیا۔ بوٹا کو جانتا ہوں۔ یہاں موجود ہے اور وزیر محمد ترکھان بھی کھڑکی سے نکلا۔ وہ بھی یہاں موجود ہے۔ پھر سید ملزم آیا۔ بوٹے نے گلے سے پکڑا وزیر محمد نے ٹخنے پر لاٹھی ماری۔ پھر ڈاکٹر حشمت اللہ۔ عبداللہ پٹھان اور عبدالاحد بھی آگئے۔ ان کے سوا بھی آدمی تھے۔ میں ان کے نام نہیں جانتا۔ اور بہت ساری بھیڑ تھی۔ مجھے پتہ نہیں لگا۔ وہ کون کون تھے پیچھے تین آنیوالوں کے ہاتھ خالی تھے۔ وہ مکے اور ہودے مارتے تھے۔ میں واپس مسجد ارائیاں کو لوٹ گیا پہلے میں لڑائی دیکھتا رہا تھا۔ میں جب واپس لوٹا تو میں نے ان چھ آدمیوں کو دیکھا تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ کس کی لگتی ہے یا کہ نہیں۔ سوال کیا گیا۔ تم نے چھ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ محمد یار کا نام نہیں لیا۔ یہ ساتواں آدمی جو یہاں موجود ہے۔ اس کو بھی تم نے وہاں دیکھا تھا۔ یا کہ نہیں؟

جواب۔ محمد یار بھی مارتا تھا گھسن مارتا تھا۔

لاٹھی بھی محمد یار کے پاس تھی۔ میں جیب لوٹا تھا۔ اس وقت ملزم ابھی مار رہے تھے۔ میرے خیال میں ملزمین کے علاوہ ۱۰۰۔۱۵۰ آدمی اور تھے جو سب کھڑکی میں سے نکل آئے تھے۔ میرا بیان اسی دن تھانہ میں شام کو لکھا گیا تھا۔ بڑی مسجد میں صرف مرزائی جاتے ہیں۔ اور کوئی مسلمان اس مسجد میں جاتا ہی نہیں۔ مسجد ارائیاں اہل سنت کی ہے۔

جرح از شیخ محمد صاحب وکیل

میں بڑے بازار میں ہنگے کے پاس بیٹھنے کیلئے جارہا تھا۔ پھر کہا۔ میں کانشری کا کام کرنے کیواسطے جارہا تھا۔ ہنگا کے پاس نہ گیا۔ کیونکہ میں نے اذان کی آواز سن لی تھی۔ مجھے فیض اللہ اسی گلی میں ملا تھا۔ ارائیاں والی مسجد سے آگے۔ فیض اللہ گواہ۔ مسجد ارائیاں سے تھوڑی دور ملا تھا۔ فیض اللہ ایک دو قدم آگے تھا۔ اور میں اس کے پیچھے تھا۔ پھر کہا۔ کہ صرف ایک قدم پیچھے تھا۔ کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ صرف یہ پوچھا تھا۔ کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نہا کر آیا ہوں۔ جب ہم ایک قدم کے فاصلے سے چل رہے تھے۔ تو بڑی مسجد دو سو گز کے فاصلہ پر تھی۔ تین چار کھڑکیاں ہیں۔ جس میں جس کا داؤں لگا۔ وہ اس میں سے نکل کودے۔ کھڑکیاں کھلی تھیں۔ میں اور فیض اللہ عبدالرحمن سے دو تین کرم پر تھے۔ جب بوٹا نے عبدالرحمن کا گلا پکڑ لیا۔ ہم نے عبدالرحمن کو بوٹا سے چھڑایا نہیں۔ فیض اللہ آدھ منٹ میرے پاس کھڑا رہا تھا۔ پھر چلا گیا۔ میں دو منٹ کھڑا دیکھتا رہا تھا۔ بوٹا نے عبدالرحمن کا گلا پکڑ لیا۔ اور ہلاتا رہا۔ دوسروں نے اسے لاٹھیوں اور مکوں سے مارا۔ اور گرا دیا۔ میں نے یہ تمام واقعہ کھڑے ہو کر دیکھا۔ میں نے فیض اللہ کو نہیں کہا کہ ہم اسے چھوڑائیں۔ میں نے بھی نہیں چھڑایا تھا۔ میں نے شور بھی نہیں مچایا تھا۔ میرے سامنے مارتے ہی رہے تھے۔ میں مسجد ارائیاں کو چلا گیا تھا۔ سپاہی وہاں تھا۔ اور پکار رہا تھا۔ کہ مت مارو۔ مجھے کوئی آدمی واپسی پر گلی میں نہیں ملا تھا۔ گلی کی تمام دوکانات جمعہ کی وجہ سے بند تھیں۔ میں نے تھانہ میں رپورٹ نہیں کی تھی۔ میں نے مسجد میں ذکر کیا تھا۔ کہ عبدالرحمن کو مار رہے ہیں۔ مگر وہاں سے کوئی آدمی نہ آیا۔ فیض اللہ مسجد میں نماز پڑھنے آیا تھا۔ وہ گھر کو گیا تھا۔ روشن میرا بھائی نوکر ہے۔ فضل کریم۔ عبدالکریم۔ محمد زاہد کا۔ میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مجھ پر کئی مقدمے بنے ہیں۔ پانچ چھ مقدمے ہوئے۔ احمدیوں نے بنائے تھے۔ میں سزایاب ہوا تھا۔ چوری کا مقدمہ بنایا گیا۔ دو مقدمات میں سزا ہوئی۔ دونوں چوری کے تھے۔ باقی میں چالان بھی نہیں ہوا تھا۔ میں کبھی عبدالکریم کا ملازم نہیں رہا۔ اور نہ کبھی اس کے گھر گیا ہوں۔

مکرر سوال۔ پانچ چھ سال ہوئے۔ جب مجھے سزا ہوئی تھی۔ شاید اس سے بھی زیادہ عرصہ ہو گیا ہو۔ فیض اللہ گھر کو گیا۔ بازار کی طرف سے گیا تھا۔

بیان اللہ دتا سپاہی

میرا نام اللہ دتا ہے۔ ۵۵ ہے تھانہ قادیان۔ ایمان سے سچ کہونگا۔ میں نوکری کار خاص پر تعینات تھا۔ وقوعہ کے روز کار خاص پر تھا۔ وہ واقعہ ۲۸/۳/۳۰ کا ہے۔ جمعہ کا دن تھا۔ میں مسجد اقصیٰ میں گیا تھا۔ نماز جمعہ کے وقت میں مسجد میں موجود تھا۔ ڈیڑھ دو بجے کا وقت تھا۔ آٹھ نو سو آدمی کے قریب لوگ نماز کے لئے جمع تھے۔ وہ تمام احمدی تھے وہ مسجد احمدیوں کی ہے۔ خطبہ جمعہ خلیفہ محمود احمد صاحب نے خود پڑھا تھا۔ میں مسجد کے اندر تھا۔ پہلے خلیفہ صاحب نے قرآن پڑھا۔ بعد فرمایا۔ کل ۲۷ مارچ کو اخبار مباہلہ کا تازہ پرچہ پڑھا ہے۔ جس میں مباہلہ والوں نے میری ذات پر میری بیویوں پر اور میری لڑکی پر حملے کئے ہیں۔ اس پر لوگوں میں سے بعض نے کہا۔ کہ ہماری زندگیاں کس کام کی ہیں۔ جبکہ خلیفہ کی ذات پر ایسے حملے کئے جاتے ہیں۔ ایک آدمی جو کھڑکی میں بیٹھا تھا۔ وہ کھڑکی مسجد کے پیچھے کو ہے۔ کھڑکی کھلی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کھڑکی میں تختے لگے ہوئے ہیں۔ یا کہ نہیں۔ میں اس آدمی کو شناخت کر سکتا ہوں۔ کمرۂ عدالت میں موجود ہے۔ (عبدالاحد کو شناخت کیا) وہاں سے ان کی آواز میں نے سنی۔ کہ یہ دشمن آدمی ہے۔ اس کی آواز پر بہت سے آدمی کھڑکیوں میں سے کود کر گئے۔ مسجد میں اور بھی دروازے ہیں بعض ان دروازوں سے بھی گئے تھے۔ اس وقت مرزا صاحب نے کہا۔ رکو نہ جاؤ۔ میرے خیال میں ڈیڑھ سو آدمی مسجد کے باہر چلے گئے۔ مسجد کے پیچھے کو گلی ہے۔ وہاں گئے۔ میں نے باہر جانے کی کوشش کی۔ اور باہر چلا گیا۔ میں سفید کپڑوں میں تھا۔ کیونکہ کار خاص کا آدمی تھا۔ حکم کے مطابق۔ میں نے دیکھا۔ بہت سی خلقت جمع ہے۔ ایک آدمی تھا جس کو بہت سی چوٹیں آئی ہوئی تھیں۔ اس کو کمرۂ عدالت میں شناخت کرتا ہوں۔ میں نے جب اسے دیکھا تھا۔ تو اس کو گلی اور مسجد کے درمیان دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا عبدالرحمن کے سر سے خون نکل رہا تھا۔ کھڑا تھا۔ دو آدمی پکڑے ہوئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں سوٹا تھا۔ اور بھی بہت سے آدمی اس کے گرد جمع تھے۔ میں نے دیکھا۔ ایک آدمی نے بازو سے پکڑا ہوا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سوٹا تھا۔ سوٹے والا آدمی عبدالرحمن کے بالکل قریب کھڑا تھا میں ان دونوں آدمیوں کو شناخت کر سکتا ہوں۔ سید احمد کے ہاتھ میں سوٹا تھا۔ اور عبدالاحد نے پکڑا ہوا تھا۔ جہاں میں نے عبدالرحمن کو کھڑے دیکھا تھا۔ وہ جگہ مسجد کی پچھلی دیوار سے ۲½ کرم کے فاصلہ پر ہوگی گلی اور مسجد والی زمین کے درمیان میرے خیال میں پانی کی نالی ہے۔ نہ تو گلی میں تھا نہ مسجد میں تھا۔ نالی کے اوپر تھا۔ (جس سوال کا جواب دیا گیا۔ اس پر وکیل ملزمین نے اعتراض کیا) اس وقت میرے خیال میں دس پندرہ آدمیوں کے پاس سوٹے تھے۔ ان میں سے کسی کو شناخت نہیں کر سکتا۔ میں نے اس وقت شور ڈالا۔ کہ مر جائیگا۔ ادھر سے خلیفہ صاحب نے پکارا ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔ میرے شور مچانے اور خلیفہ صاحب کے فرمانے پر جو اندر تھے۔ رک گئے۔ جو باہر تھے۔ وہ اندر آنے شروع ہو گئے۔ میں نے کسی کو مارتے ہوئے دیکھا نہیں۔ میں صرف ان دو آدمیوں کو شناخت کرتا ہوں۔ جن کے نام میں نے اوپر لکھائے ہیں۔ اور کسی کو شناخت نہیں کر سکتا۔ جو کہ اس ہجوم میں کھڑا ہو۔ عبدالرحمن گھبرایا ہوا تھا مجھ سے مدد مانگی۔ میں اس کو تھانہ لے گیا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ مجھے تھانہ لے چلو۔ جب میں مسجد کے باہر گیا۔ اس وقت ڈیڑھ سو آدمی کھڑے تھے عبدالرحمن مشکل سے چل کر گیا۔ خون سر سے نکل رہا تھا۔ تھانہ لے جا کر سردار نریندر سنگھ کے پیش کیا۔ وہ انچارج تھانہ قادیان تھے۔ میرا بیان تھانہ دار صاحب نے لکھا تھا۔ عبدالرحمن کا بیان لیا گیا تھا۔ سردار نریندر سنگھ لڑائی کا موقعہ دیکھنے گئے تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ میں نے وہ جگہ نہیں دکھائی تھی۔ نہ انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا۔ انہوں نے خود ہی دیکھی تھی میں نے وہ جگہ ان کو دکھائی نہ تھی۔ مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا۔ کہ تم اس وقت مسجد میں کہاں بیٹھے تھے۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ کہ کسی شخص نے موقعہ لڑائی تھانیدار صاحب کو دکھایا تھا۔ کہ نہیں۔

خبریں

— پشاور اور سرحد میں سیاسی جلسے اور جلوس کی ممانعت کردی گئی ہے۔

— امرتسر۔ ۲ مئی۔ ڈاکٹر کچلو کو جلیانوالہ باغ سے صبح کے ۴ بجے گرفتار کر لیا گیا۔ ماسٹر تارا سنگھ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ شیخ حسام الدین اور ڈاکٹر سنت رام کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

— لاہور ۳ مئی۔ ڈاکٹر خان چند دیو جنرل سکرٹری پنجاب پراونشل کمیٹی کو گرفتار کر لیا گیا۔

— آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ۱۵ ممبروں میں سے ۸ اس وقت تک جیل میں جا چکے ہیں۔

— ناگپور ۲ مئی۔ ایک جلسہ عام میں ڈاکٹر مونجے نے ضبط شدہ لٹریچر پڑھنا چاہا۔ مگر سامعین نے اس کے سننے سے انکار کر دیا۔ کہ مونجے اسمبلی کا ممبر ہے۔

— لاہور ۳ مئی۔ سر نارمن بولٹن چیف کمشنر صوبہ سرحد کی صحت پر پشاور کے تازہ ہنگامہ کا ایسا اثر پڑا۔ کہ آپ کو طبی مشورہ پر انگلستان بھیج دیا گیا۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)